نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

کا

اوور سیز ایجنٹ

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی کا ابو دارس و سر کنڈہ

عورت کی شرمگاہ ابو دارس

اباء سے کیونکہ اباء اس پانی کو کہتے ہیں جو ختم نہ ہو چونکہ نطفہ کا پانی مدت دراز تک مرد میں پیدا ہوتا رہتا ہے اور اسی پانی سے حکیم ذوالجلال بچہ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس پانی کا منبع اب کے نام سے موسوم ہوا اور اسی لحاظ سے عرب کے لوگ عورت کی شرم گاہ کو بھی ابو دارس کہتے ہیں اور دارس حیض کا نام ہے یعنی حیض کا باپ چونکہ حیض بھی ایک مدت دراز تک منقطع نہیں ہوتا۔ اسؔ لئے اس کو بھی بطریق مجاز ایک پانی تصور کر کے عورت کی شرم گاہ کا نام ابو دارس رکھا گیا ہے گویا وہ بھی ایک کنواں ہے جس کا پانی منقطع نہیں ہوتا اور دوسرے ابی کے لفظ سے نکالا گیا ہے کیونکہ ابی کے معنی لغت میں رک جانے اور بس کر جانے کے بھی ہیں چونکہ اس کام میں نر جو باپ کہلاتا ہے صرف نطفہ ڈالنے پر بس کر جاتا ہے اور آگے اس کا کوئی کام نہیں بلکہ اُمّ جس کے معنے اَبْ کی نسبت بہت وسیع ہیں اپنے رحم میں اس نطفہ کو لیتی ہے اور اسی کے خون سے وہ نطفہ پرورش پاتا ہے پس اَبْ کی وجہ تسمیہ میں یہ امر بھی ملحوظ ہے۔

(روحانی خزائن، منن الرحمٰن، جلد 9، صفحہ 158)

یہ رسالہ اس مقصد سے شروع کیا جا رہا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض تحریروں کا ایسا تنقیدی جائزہ لیا جائے جو عام طور پر ان کے پیروکاروں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ ان

تحریروں میں نہ صرف غیر ضروری فلسفہ آرائی پائی جاتی ہے بلکہ بعض مقامات پر عورت کے جسم، حیاتیاتی افعال اور نجی معاملات کو ایسے الفاظ اور مثالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو نہ اسلامی حیاء کے مطابق ہیں، نہ ایک شریف انسان کے شایانِ شان ہیں۔ زیرِ بحث اقتباس میں مرزا قادیانی نے "اب"، اور "ابو دارس" جیسے الفاظ کی ایسی لغوی و تمثیلی تشریحات کی ہیں جن میں عورت کی شرم و حیاء کو نظر انداز کر کے فطری اور نجی معاملات کو استعاروں، کنوؤں اور پانی کی مثالوں سے بیان کیا گیا ہے، جو ایک دینی رہنما کے لیے انتہائی نامناسب طرزِ کلام ہے۔ ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ یہ طرزِ بیان نہ قرآن کی تعلیمات سے میل کھاتا ہے، نہ نبی کریم ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ سے جس کی بنیاد حیاء، وقار اور شرافت ہے۔ اس رسالے میں ہم مختصر عنوانات کے تحت ان ہی تحریروں کو سامنے رکھ کر ثابت کریں گے کہ مرزا قادیانی کا یہ اندازِ تحریر دینی نہیں بلکہ فکری اور اخلاقی انحراف کی علامت ہے۔

لغوی موشگافی کے نام پر غیر شائستہ تمثیلات

مرزا قادیانی نے زیرِ بحث عبارت میں بعض الفاظ (جیسے اب، ابی اور ابو دارس) کی تشریح کے دوران عورت کے جسم اور فطری افعال کو ایسے استعاروں اور مثالوں میں بیان کیا جو عام فہم ہونے کے بجائے غیر ضروری طور پر فحش و بے حیاء پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ لغت و نحو کی تحقیق کا اصول یہ ہے کہ معنی واضح کیے جائیں، نہ یہ کہ مثالوں کے نام پر ایسی تمثیلات اختیار کی جائیں جو حیاء کے منافی ہوں اور قاری کو شرم و حیا کے دائرے سے باہر لے جائیں۔ ایک دینی مزاج رکھنے والے مصنف سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ زبان میں وقار، تہذیب اور حدودِ شرع کا لحاظ رکھے، جبکہ یہاں لغوی بحث کو اس انداز سے جوڑا گیا کہ عورت کے نجی وجود کو تمثیل بنا دیا گیا، جو علمی ضرورت بھی نہیں تھا اور اخلاقی طور پر بھی ناموزوں ہے۔

اسلام نے گفتگو کے لیے واضح اصول مقرر کیے ہیں

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا

ترجمہ کنزالایمان: اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

(سورۃ البقرۃ:83)

اسی طرح قرآن حیاء اور پاکیزہ اندازِ گفتگو کی تعلیم دیتا ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ

ترجمہ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

(سورۃ النور:30)

جب نگاہ کی حفاظت کا حکم ہے تو زبان کی حفاظت بدرجۂ اولیٰ لازم ہے۔ اسلام شرم و حیاء پر بہت زور دیتا ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیاء (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 9)

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ

ضَيۡفَهُ، وَمَنۡ كَانَ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡآخِرِ فَلۡيَقُلۡ خَيۡرًا أَوۡ لِيَصۡمُتۡ

جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 6018)

ان نصوص کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ لغوی تحقیق یا علمی بحث کے نام پر ایسی تمثیلات اختیار کرنا جو عورت کے نجی اور فطری معاملات کو غیر ضروری انداز میں نمایاں کریں، نہ قولِ حسن کے دائرے میں آتا ہے اور نہ حیاء کے مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے۔ یہ طرزِ تحریر اس بات کی علامت ہے کہ مرزا قادیانی نے لغوی موشگافی کو اخلاقی حدود سے بالاتر سمجھ لیا، حالانکہ اسلام میں علم بھی حیاء، شرافت اور وقار کے دائرے میں رہ کر ہی معتبر ہوتا ہے۔

حیاء کے اسلامی تصور سے انحراف

زیرِ بحث عبارت میں الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے ایسا اسلوب اختیار کیا گیا جس میں فطری اور نجی معاملات کو انتہائی بے حیائی کے طور پر نمایاں کیا گیا۔ حالانکہ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ گفتگو، تحریر اور بیان میں حیاء، وقار اور شرافت قائم رہے۔ علمی گفتگو ہو یا دینی بحث دونوں میں الفاظ کا انتخاب ایسا ہونا چاہیے جو قاری کو پاکیزگی کی طرف لے جائے، نہ کہ اسے غیر ضروری تفصیلات کی طرف متوجہ کرے۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:

إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا , وَخُلُقُ الۡإِسۡلَامِ الۡحَيَاءُ

ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4181)

ایسا طرزِ بیان جو نجی اور حساس امور کو غیر ضروری انداز میں اچھالے، اسلامی تصورِ حیاء سے صریح ٹکراؤ رکھتا ہے۔ یہ محض اسلوب کی خرابی نہیں بلکہ ایک فکری انحراف ہے، کیونکہ اسلام میں علم بھی اسی وقت معتبر ہوتا ہے جب وہ حیاء، شرافت اور اخلاق کے دائرے میں رہ کر پیش کیا جائے۔

عورت کے وقار کو استعاروں میں گھٹا دینا

زیرِ بحث اقتباس میں عورت کے جسم اور فطری افعال کو تمثیلات، تشبیہوں اور پانی، کنواں جیسے استعاروں کے ذریعے بیان کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک باوقار انسان کو محض ایک حیاتیاتی عمل یا مادی شے کی مثال بنا کر پیش کیا گیا۔ اسلام کا مزاج اس کے بالکل برعکس ہے، وہ عورت کو متاع نہیں بلکہ باعزت انسان کے طور پر پیش کرتا ہے، جس کی عزت، حرمت اور مقام کا تحفظ لازم ہے۔ علمی گفتگو میں استعارہ اگر کسی کے وقار کو گھٹا دے تو وہ بلاغت نہیں بلکہ اخلاقی لغزش بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت دونوں کو عزت و کرامت کے ساتھ یاد کیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا

ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کی خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

(سورۃ الاسراء،بنی اسرائیل آیت 70)

یہ عزت صرف مردوں کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے ہے، جن میں عورت بھی برابر کی شریک ہے۔اسی طرح نکاح کے رشتے کو محض جسمانی تعلق نہیں بلکہ سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔

(سورۃ الروم آیت 21)

یہ آیت بتاتی ہے کہ عورت کو سکون، محبت اور رحمت کا مرکز کہا گیا ہے، نہ کہ ایسی شے جسے بے ذوق استعاروں میں گھٹا کر پیش کیا جائے۔

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے احترام پر زور دیا:

اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ

عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت

پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے وہ یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ پس عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 3331)

اور ایک اور روایت میں فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

(سنن ترمذی حدیث نمبر 3895)

ان نصوص کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کو استعاروں، تشبیہوں اور غیر ضروری تمثیلات میں گھٹا کر پیش کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام عورت کو انسانیت، عزت اور حرمت کے مقام پر رکھتا ہے، جبکہ ایسا اسلوب جو اس کے وقار کو کم کرے، نہ دینی ہے، نہ اخلاقی، اور نہ ہی کسی باوقار دینی تحریر کے شایانِ شان۔

دینی رہنما کے لیے ناموزوں اسلوب

جو شخص اپنے آپ کو دینی رہنمائی، الہامی نسبت یا اصلاحِ امت کے منصب سے جوڑتا ہو، اس کے لیے لازم ہے کہ اس کا اسلوبِ تحریر اور طرزِ گفتگو خود اس کے دعوے کی گواہی دے۔ قرآن وسنت کا مزاج یہ ہے کہ داعی، عالم اور رہبر کی زبان وقار، حلم، شائستگی اور پاکیزگی کی آئینہ دار ہو۔ مگر زیرِ بحث عبارت میں جو اسلوب اختیار کیا گیا، وہ نہ دعوتی ہے، نہ اصلاحی،

بلکہ ایسا ہے جو قاری کے ذہن کو غیر ضروری نجی اور حساس پہلوؤں کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ مصنف نے اپنے منصب کے تقاضوں کو نظرانداز کیا اور ایسی تعبیرات اختیار کیں جو ایک عام شریف انسان کے لیے بھی مناسب نہیں، چہ جائے کہ کسی دینی رہنما کے لیے۔

قرآن مجید میں داعی اور رہنما کے اسلوب کا معیار یوں بتایا گیا:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

ترجمہ کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

(سورۃ النحل آیت 125)

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ

ترجمہ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ۔

(سورۃ آلِ عمران آیت 159)

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ دینی رہنما کا اسلوب نرم، باوقار اور اصلاحی ہونا چاہیے، نہ کہ ایسا جو حیاء اور شرافت کے دائرے کو کمزور کرے۔

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ دعوت کو یوں بیان کیا گیا:

لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو، بدکلامی کرنے والے اور بازار میں چیخنے والے نہیں تھے، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ عفوو درگزر فرما دیتے تھے۔

(سنن ترمذی حدیث نمبر 2016)

اور ایک اور روایت میں ہے:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا

تم میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے قریب وہ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔

(سنن ترمذی حدیث نمبر 2018)

ان نصوص کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جو شخص دینی رہنمائی کا دعویٰ کرے، اس کے لیے ایسا اسلوب اختیار کرنا جو حیاء، وقار اور شرافت کے خلاف ہو، اس کے دعوے کو خود کمزور کر دیتا ہے۔ دینی رہنما کی پہچان اس کے الفاظ، انداز اور اخلاق سے ہوتی

ہے، اور جب یہی چیزیں معیار سے گری ہوں تو دعویٰ خود سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔

فکری و اخلاقی مزاج کی جھلک

مرزا قادیانی کی ایک دو عبارتیں نہیں بلکہ اس کا مجموعی اسلوب یہ بتاتا ہے کہ اس کا فکری اور اخلاقی مزاج کیا ہے۔ زیرِ بحث اقتباس محض ایک لغوی بحث نہیں بلکہ اس ذہنیت کی علامت ہے جس میں علمی ضرورت سے ہٹ کر نجی، حساس اور حیائی معاملات کو نمایاں کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی گئی۔ یہ انداز اس بات کی خبر دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک حیاء، وقار اور شرافت ثانوی چیزیں بن گئیں اور اظہارِ خیال کی آزادی کو اخلاقی حدود سے بالاتر سمجھ لیا گیا، حالانکہ اسلام میں آزادیِ بیان بھی شریعت اور اخلاق کے دائرے میں مقید ہے۔

قرآن مجید فکری اور اخلاقی پاکیزگی کو ایمان کا حصہ بناتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا

ترجمہ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

(سورۃ الشمس آیت ،9۔10)

یہ آیات بتاتی ہیں کہ کامیابی اس کے لیے ہے جو اپنے نفس، فکر اور انداز کو پاک رکھے، اور ناکامی اس کے لیے ہے جو اسے گندہ کرے۔

اسی طرح زبان اور فکر کی پاکیزگی کا حکم دیا:

مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ

ترجمہ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(سورۃ ق:18)

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے مومن کے اخلاقی مزاج کو یوں بیان فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 10)

ان نصوص کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایسا اسلوب جو بار بار بے حیائی و بے شرمی کے پہلوؤں کو سامنے لائے، اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا قادیانی کا فکری اور اخلاقی مزاج اسلامی معیار سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ یہ محض ایک عبارت کی لغزش نہیں بلکہ ایک مسلسل رویّے کی جھلک ہے، جو بتاتی ہے کہ حیاء، شرافت اور اخلاقی بلندی اس فکر میں بنیادی قدر نہیں بن سکی، حالانکہ اسلام کی پہچان ہی بلند اخلاق اور پاکیزہ فکر ہے۔

عضو تناسل سرکنڈہ

تیسرے اباء کے لفظ سے مشتق ہے کیونکہ اباء سرکنڈہ کو کہتے ہیں چونکہ نر کا عضو تناسل سرکنڈے سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے اس کا نام اَبْ یعنی باپ ہوا۔ چوتھے۔ ابی کے لفظ سے جو سقوط اشتہاء کو کہتے ہیں چونکہ فراغت کے بعد مرد کی خواہش منقطع ہو جاتی ہے اس لئے یہ جزو بھی وجہ تسمیہ اَبْ میں ماخوذ ہے۔ غرض یہ چار جزو ہیں جو اُس قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں جو باپ کے متعلق ہے لہٰذا انہیں کی بناء پر

اَبْ کا نام اَبْ رکھا گیا اور جبکہ اَبْ کا وجہ تسمیّہ معلوم ہو چکا تو دوسری زبانوں میں جو اس کے عوض میں نام بولا جاتا ہے جیسا کہ باپ یا فادر یا پدر یا پتا وغیرہ ان کی وجوہ تسمیہ بھی ساتھ ہی معلوم ہو گئیں کیونکہ وہ سب اسی زبان سے نکلی ہیں اور وہ الفاظ بھی درحقیقت عربی بگڑی ہوئی ہے اب ذرا شرم اور حیا سے سوچنا چاہیئے کہ کیا ایسا لفظ جس کی وجوہ تسمیہ یہ ہیں خدا تعالیٰ پر اطلاق کر سکتے ہیں۔

(روحانی خزائن، منن الرحمٰن، جلد 9 صفحہ 158)

لغوی تحقیق کے نام پر جنسی تشبیہات کا استعمال

اس عبارت میں اشتقاق اور وجہِ تسمیہ کے نام پر مرد کے عضوِ خاص کو سرکنڈے سے تشبیہ دینا اور پھر اسی کو لفظ اَب کی بنیاد قرار دینا دراصل لغوی تحقیق نہیں بلکہ ایک ایسا اسلوب ہے جو علمی ضرورت سے آگے بڑھ کر قاری کو غیر ضروری طور پر جسمانی اور جنسی تصورات کی طرف لے جاتا ہے۔ لغت اور اشتقاق کا اصول یہ ہے کہ معنیٰ کو واضح، سادہ اور شائستہ مثالوں سے سمجھایا جائے، نہ یہ کہ ایسی تمثیلات گھڑی جائیں جو فہم کے بجائے ذوقِ سلیم کو مجروح کریں، کیونکہ زبان صرف معنیٰ منتقل کرنے کا آلہ نہیں بلکہ تہذیب اور مزاج کی آئینہ دار بھی ہوتی ہے، اور جب کسی دینی یا علمی متن میں مثالیں چنتے وقت حیاء، وقار اور سماجی حساسیت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وہ تحریر علم کے بجائے محض ذاتی ذہنی رجحان کی ترجمانی بن جاتی ہے۔ یہاں مسئلہ یہ نہیں کہ کسی لفظ کی وجہِ تسمیہ پر بحث کی گئی، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس بحث کے لیے ایسے الفاظ اور تشبیہیں منتخب کی گئیں جن کے بغیر بھی بات کہی جا سکتی تھی، مگر شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک ایسا راستہ چنا گیا جو نجی جسمانیات کو نمایاں کرتا ہے، اور یہی چیز اس اسلوب کو لغوی تحقیق سے زیادہ ایک غیر شائستہ ذہنی عادت کا اظہار بنا دیتی ہے۔

دینی اسلوب کے بجائے بازاری اور جسمانیاتی زبان

اس عبارت میں مرد کی خواہش، فراغت اور جسمانی کیفیت کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے وہ کسی سنجیدہ دینی یا علمی اسلوب کے بجائے ایسی زبان سے قریب تر ہے جو جسمانی پہلوؤں کو نمایاں کر کے قاری کی توجہ اصل علمی مقصد سے ہٹا دیتی ہے۔ دینی تحریر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ الفاظ کے انتخاب میں تہذیب، وقار اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھے تا کہ قاری کے ذہن میں علم کے ساتھ اخلاقی ذوق بھی پروان چڑھے، مگر یہاں الفاظ کا انداز یہ بتاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے شائستگی کو معیار نہیں بنایا بلکہ ایسے اسالیب اختیار کیے جو عام فہم ہونے کے بجائے بازاری تاثر پیدا کرتے ہیں، نتیجہ یہ کہ بات سمجھنے کے بجائے قاری ان غیر ضروری جسمانی اشاروں میں الجھ جاتا ہے۔ یہ طرزِ تحریر اس بات کی علامت ہے کہ مصنف کے ہاں دینی وقار اور علمی تہذیب بنیادی قدر نہیں بن سکے، کیونکہ اگر مقصد واقعی اصلاح اور تعلیم ہوتا تو اسی مفہوم کو سادہ، مہذب اور غیر حساس مثالوں کے ساتھ بھی بیان کیا جا سکتا تھا، مگر یہاں ایک ایسا راستہ اختیار کیا گیا جو دینی اسلوب کے بجائے ایک غیر سنجیدہ اور غیر شائستہ ذہنی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔

خدا کے ذکر کو فحش مقدمات کے سہارے قائم کرنا

اس عبارت کا آخری حصہ بظاہر ایک سنجیدہ کلامی سوال کی طرف جاتا ہے کہ کیا ایسے لفظ کو، جس کی یہ وجہِ تسمیہ بیان کی گئی، خدا تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں، مگر اس سوال تک پہنچنے کے لیے جو راستہ اختیار کیا گیا وہ خود اس مقصد کو مشکوک بنا دیتا ہے، کیونکہ خدا کے نام اور اس کی نسبت کا مسئلہ انتہائی پاکیزہ، باوقار اور ادب کا متقاضی ہے، اور اس تک پہنچنے کے لیے ایسے مقدمات باندھنا جن میں نجی جسمانیات، خواہش اور فراغت جیسے موضوعات کو اس انداز میں چھیڑا جائے، دراصل موضوع کی بلندی کو اسلوب کی پستی میں گرا

دیتا ہے؛ اگر مقصد واقعی الوہیت کے ادب کو واضح کرنا تھا تو اس کے لیے نہ ایسی تشبیہوں کی ضرورت تھی اور نہ اس قسم کی زبان کی، بلکہ سادہ، مہذب اور فکری انداز میں بھی یہی بات کہی جا سکتی تھی، مگر یہاں یہ تاثر ملتا ہے کہ مرزا قادیانی نے سنجیدہ دینی مسئلے کو بھی ایسے غیر شائستہ مقدمات کے ساتھ جوڑ دیا جو قاری کے ذہن میں تقدس کے بجائے الجھن اور کراہت پیدا کرتے ہیں، اور یوں خود اسی مقصد کو نقصان پہنچاتے ہیں جس کے تحفظ کا دعویٰ کیا جا رہا تھا۔

مرزا قادیانی کی بے غیرتی و بے حیائی کی واضح عکاسی

زیرِ بحث دونوں حوالہ جات ابو دارس اور سرکنڈہ واضح طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کے فکری و اخلاقی مزاج کی جھلک پیش کرتے ہیں، جہاں وہ لغوی تحقیق، اشتقاق اور دلیل کے نام پر عورت کے جسمانی اور حیائی معاملات کو غیر شائستہ، فحش اور بے حیاء انداز میں بیان کرتا ہے۔ ابتدائی حوالہ میں ابو دارس کے ذریعے عورت کے نجی معاملات کو غیر مہذب استعارے کے ساتھ پیش کیا گیا، اور بعد والے حوالہ میں سرکنڈہ و مرد کے عضوتناسل اور خواہشات کی تشبیہوں سے دینی اور علمی بحث کو بازاری اور جسمانیاتی زبان میں ڈھالا گیا، جو نہ صرف دینی اسلوب کے خلاف ہے بلکہ قاری کے ذہن میں حیاء اور وقار کو بھی پامال کرتا ہے۔

یہ سب اس بات کی عکاسی ہے کہ مرزا قادیانی نے نہ صرف علمی اور لغوی دلائل کو غیر شائستہ بنانے میں دلچسپی لی بلکہ ایک دینی رہنما کے لیے انتہائی ناموزوں اور بے حیاء طرزِ بیان اختیار کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ لفظ ابو دارس اصل میں حدیث کی روایات میں ایک راوی کا نام ہے، جسے مرزا قادیانی نے نہایت غیر شائستہ اور فحش انداز میں عورت کی شرمگاہ کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا، جو کسی بھی علمی، دینی یا اخلاقی معیار کے مطابق ناقابل قبول ہے۔

المذاهب والاديان. وما رضيت قط ببادرة الكلمات وما قنعت بطافي من الخيالات

میں مشغول رہا ہوں۔اور کبھی میں اس بات پر راضی نہ ہوا کہ سرسری کلمات پر ہی بس کروں اور کبھی میں نے سطحی خیالات پر قناعت نہ کی۔

بقیہ حاشیہ: **باپ** اور **پدر** وغیرہ اسی عربی لفظ کی خراب شدہ صورتیں ہیں جس کو ہم انشاء اللہ اپنے محل پر بیان کریں گے اور لغت کی رو سے یہ لفظ چار مادوں کے لحاظ سے بنایا گیا ہے۔

(۱) **اباء** سے کیونکہ اباء اس پانی کو کہتے ہیں جو ختم نہ ہو چونکہ نطفہ کا پانی مدت دراز تک مرد میں پیدا ہوتا رہتا ہے اور اسی پانی سے حکیم ذوالجلال بچہ پیدا کرتا ہے۔اس لئے اس پانی کا منبع **اب** کے نام سے موسوم ہوا اور اسی لحاظ سے عرب کے لوگ عورت کی شرم گاہ کو بھی **ابودارس** کہتے ہیں اور دارس حیض کا نام ہے یعنی حیض کا باپ چونکہ حیض بھی ایک مدت دراز تک منقطع نہیں ہوتا۔اس لئے اس کو بھی بطریق مجاز ایک پانی تصور کر کے عورت کی شرم گاہ کا نام ابودارس رکھا گیا ہے گویا وہ بھی ایک کنواں ہے جس کا پانی منقطع نہیں ہوتا اور **دوسرے** **ابی** کے لفظ سے نکالا گیا ہے کیونکہ ابی کے معنی لغت میں رک جانے اور بس کر جانے کے بھی ہیں چونکہ اس کام میں نر جو باپ کہلاتا ہے صرف نطفہ ڈالنے پر بس کر جاتا ہے اور آگے اس کا کوئی کام نہیں بلکہ **اُمّ** جس کے معنے اَبْ کی نسبت بہت وسیع ہیں اپنے رحم میں اس نطفہ کو لیتی ہے اور اسی کے خون سے وہ نطفہ پرورش پاتا ہے پس اَبْ کی وجہ تسمیہ میں یہ امر بھی ملحوظ ہے۔**تیسرے** اباء کے لفظ سے مشتق ہے کیونکہ اباء سرکنڈہ کو کہتے ہیں چونکہ نر کا عضو تناسل سرکنڈے سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے اس کا نام اَبْ یعنی **باپ** ہوا۔**چوتھے**۔**ابی** کے لفظ سے جو سقوط اشتہاء کو کہتے ہیں چونکہ فراغت کے بعد مرد کی خواہش منقطع ہو جاتی ہے اس لئے یہ جز و بھی وجہ تسمیہ اَبْ میں ماخوذ ہے۔

غرض یہ چار جز و ہیں جو اُس قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں جو باپ کے متعلق ہے لہٰذا انہیں کی بناء پر اَبْ کا نام اَبْ رکھا گیا اور جبکہ اَبْ کا وجہ تسمیّہ معلوم ہو چکا تو دوسری زبانوں میں جو اس کے عوض میں نام بولا جاتا ہے جیسا کہ باپ یا فادر یا پدر یا پتا وغیرہ ان کی وجوہ تسمیہ بھی ساتھ ہی معلوم ہو گئیں کیونکہ وہ سب اسی زبان سے نکلی ہیں اور وہ الفاظ بھی درحقیقت عربی بگڑی ہوئی ہے اب ذرا **شرم** اور **حیا** سے سوچنا چاہیئے کہ کیا ایسا لفظ جس کی وجوہ تسمیہ یہ ہیں خدا تعالیٰ پر اطلاق کر سکتے ہیں۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ پھر پہلی کتابوں نے کیوں اطلاق کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ تمام کتابیں